قسط نمبر-3

نوجوان نسل کی بے راہروی اور اسکا علاج

محمود اسماعیل السلمانی

نئی نسل کی بے راہروی کا پہلا سبب: والدین کی بے توجہی

یوں تو والدین کی یہ ایک اہم ذمہ داری ہے کہ اولاد کی تربیت پہلے شروع دن سے کریں جس دن بچہ پیدا ہوتا ہے، اس کی صفائی کا خیال رکھیں، سردی وگرمی سے بچائیں۔ ماں کو چاہئے کہ وقت پر دودھ پلائے۔لیکن جب بچہ شیر خواری کی مدت ختم کر لیتا ہے اور بالک پن کے دور کو کراس کر کے بچپن کے دور میں داخل ہوتا ہے تو یہیں سے انکی کڑی نگرانی اور مناسب تعلیم وتربیت کے بندوبست کی ضرورت ہوتی ہے۔ کیونکہ اس دور میں عدم توجہی بچے کو بگاڑ کی راہ پر گامزن کرتی ہے۔لہذا نونہال کی تربیتی زندگی کا سب سے اہم دور یہی ہے، اس دور کی صحیح تربیت بچے کو درست سمت پر چلاتی ہے۔

بچہ سب سے پہلے اپنے والدین سے متاثر ہوتا ہے۔ان کی نقل وحرکت اور طرز معاشرت کا وہ نقال ہوتا ہے۔اس لئے والدین پر مزید یہ ذمہ داری بھی عاید ہوتی ہے کہ وہ بچوں کے سامنے محتاط رویہ اپناتے ہوئے ہمیشہ مناسب حرکات وسکنات کا مظاھرہ کریں، اوراس بارے میں بچے کی ذہانت کا بھی خیال رکھتے ہوئے موزون کارروائی عمل میں لائیں۔

بچے کی تربیت میں ماں کا کردار باپ سے زیادہ ہے۔اس لحاظ سے اس کی ذمہ داری بھی بڑھتی ہے۔شاعر نے کیا خوب کہا:

الأم مدرسة إذا أعددتها　　　أعددت شعبا طيب الأعراق

"ماں ایک مدرسہ کی مانند ہے، جب تو دلجمعی اور خوش اسلوبی سے اسے (اپنی تربیتی فرائض کی انجام دہی کے لئے) تیار کرے تو تم نے اعلی اور بلند مرتبت معاشرہ تیار کیا ہے"۔

یہ وہ مدرسہ ہے جہاں بچہ ابتدائی اور بنیادی تعلیم حاصل کر کے اس قابل ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے ہم عمر اور ہم مکتب ساتھیوں مین نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کرے۔بشرطیکہ ماں اپنی ذمہ داری کو سمجھے اوراسمیں دلچسپی سے کام لے۔

ابتدائی تعلیم میں ماں کی دلچسپی نہایت ضروری ہے، کیونکہ بچہ پیدائش سے لے کر جوان ہونے تک اپنی ماں کے ساتھ زیادہ رہتا ہے۔ باپ کا اس دوران اتنا اہم کردار نہیں ہوتا، پیغمبر اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی طرف زور دیتے ہوئے

ارشادفرمایا کہ{والمرأة راعية في بيت زوجها ومسئولة عن رعيتها} "یعنی عورت اپنے شوہر کے گھر کی ذمہ دار ہے،لہذا روز قیامت اس سے اپنی ذمہ داری کے متعلق باز پرس ہوگی"۔ [بخاری كتاب الجمعة حديث ٨٩٣،٢/ ٤٤١: مسلم كتاب الامارة]

ماں کی یہ ذمہ داری اس لئے بھی ہے کہ اسے اپنی اولاد کو مستقبل کا معمار بنانے میں اپنے شوہر کے شانہ بشانہ ہر لحاظ سے ہاتھ بٹانا ہوتا ہے،اس کے برخلاف مائیں اگر:

1-اپنی سہیلیوں کے ساتھ خوش گپی میں مصروف رہیں۔اورانہیں فخر وغرور کی داستانیں سناتی رہیں۔

2-ہمیشہ اپنے مہمان سے واسطہ رکھیں اوران کی خاطر مدارات میں مصروف رہیں۔

3-اپنی زندگی کا بیشتر حصہ گھر سے باہر گزاریں۔

اوراگر باپ

1- بچوں کی تعلیم وتربیت میں کوتاہی کریں بروقت اسکا انتظام نہ کریں۔

٢- فرصت کے اوقات میں ریڈیو،ٹیپ ریکارڈر ٹی وی،کمپیوٹر وغیرہ پر غیر اخلاقی پروگرام دیکھتے اور سنتے رہیں، یا نائٹ کلبوں اور فحاشی کے اڈوں میں وقت ضائع کریں۔

3- یاروں اور دوستوں میں محو گفتگو رہ کر بچوں کے لئے وقت نہ نکالیں،تو اسکا لازمی نتیجہ یہی ہوگا کہ بچہ تعلیم وتربیت کے پہلو سے یتیم ہوکر ذلت وخواری کی زندگی گزارنے پر مجبور ہوگا اور بعد میں شر وفساد کا منبع بنے گا۔کسی شاعر نے درست ہی کہا:

ليس اليتيم من انتهى ابواه من هم الحياة وخلفاه ذليلا

ان اليتيم هو الذى تلقّى له أما تخلّت أو أبا مشغولا

''یتیم وہ نہیں جس کے ماں باپ نے دنیا کی پریشانی سے چھٹکارا حاصل کیا ہو،اوراپنے بچے کو بے یارومددگار چھوڑا ہو،بلکہ حقیقی یتیم تو وہ ہے جس کو ایسی ماں سے واسطہ پڑا جس نے اس پر کوئی توجہ نہ دی اور ایسے باپ سے پالا پڑا جسے ایک نگاہ اپنے بچوں پر ڈالنے کی فرصت نہیں ملی''۔

ایسے حالات میں ہم اپنے بچوں سے کونسی بھلائی کے آرزومند رہیں گے،جبکہ ہماری سستی،کوتاہی اور کمزوری کا یہ عالم ہو؟!

والدین اگر اپنی زندگی کا کچھ حصہ گمراہ کن کاموں میں گزاریں،دنیاوی لذات اور شہوات کے پیچھے دوڑتے رہیں، ممنوعہ چیزوں کو حلال سمجھنے اور مأمورات کو چھوڑنے میں مصروف رہیں تو اولاد کے بگاڑ کا خطرہ اور بھی واضح ہوجاتا ہے۔کیونکہ

اولاد سب سے پہلے اپنے والدین سے متاثر ہوتی ہے۔شاعر کہتا ہے:

وليس النبت ينبت في جنان　　كمثل النبت ينبت في الفلاة

وهل يرجى لأطفال كمال　　اذا ارتضعوا ثُدىّ الناقصات

"باغوں میں اگنے والا سبزہ میدان میں اگنے والے سبزہ کی طرح نہیں ہے، کیا وہ بچے با کمال ہو سکتے ہیں جبکہ انہوں نے ناقص الایمان اور اچھی تربیت سے عاری ماؤں کے دودھ پئے ہوں۔"

یعنی باغبان اپنے باغ کو سرسبز وشاداب رکھنے کیلئے محنت کرتا ہے۔اس سبزہ کی طرح جنگل کا سبزہ نہیں ہے جس کی حفاظت کے لئے کوئی نگران ہے نہ مالی۔بعینہ وہ بچے جنکی تربیت، تربیت کے اصولوں سے نابلد عورتیں کرتی ہوں، ان بچوں کے صفوں میں کیسے شامل ہو سکتے ہیں جنکی تربیت علم وادب اور تہذیب وثقافت سے حظ وافر پانے والی مائیں کر رہی ہوں۔

بہت سے گھروں میں دیکھا گیا ہے کہ والدین بچوں کی معمولی غلطیوں پر سختی سے پیش آتے ہیں، اور بعض دفعہ غلیظ گالیوں سے نوازتے ہوئے بے رحمی سے پیٹنے لگتے ہیں۔وہ بچہ ضرور بے راہروی کے شکار ہوں گے، کیونکہ وہ اپنے والدین سے غلط باتیں سیکھ لیتے ہیں اور پٹ جانے کی وجہ سے ان کے اندر باغیانہ قسم کے خیالات ابھرتے رہے ہیں۔اس کے علاوہ ان کے دلوں میں غیظ وغضب، دشمنی اور انتقامی جذبات ہیجان برپا کرتے رہتے ہیں۔جب بچہ محرومی کے ایسے دلدل میں پھنستا ہے، تو اسے اپنے ماحول کی تمام چیزیں پھیکی نظر آنے لگتی ہیں۔وہ ہر چیز سے نفرت کرتا ہے اور اپنی طاقت کے مطابق چیزیں توڑ دیتا ہے یا ان کا غلط استعمال کر کے خراب ضرور کرتا ہے۔

وہی بچہ جو احساس محرومی کا شکار ہو چکا ہے، جب ایسے ماحول میں جھانکتا ہے جہاں والدین اس کے ہم عمر بچوں سے بڑے پیار ومحبت سے پیش آتے ہیں، ان کی ضروریات زندگی کا خیال رکھتے ہیں۔تو اپنے والدین کے خلاف اسکی نفرت اور بھی زیادہ ہو جاتی ہے اور ردعمل کے طور پر وہ غلط کاموں میں مصروف ہو جاتا ہے۔صرف یہی نہیں بلکہ دوسرے ہم عمروں کو بھی غلط کاموں کی طرف دعوت دیتا ہے۔اس طرح شر اور فساد اس کا مقدر بن جاتا ہے اور معاشرہ کے لئے ایک شر انگیز ناسور بن کے ابھرتا ہے۔ایسی ہی اولاد کو قرآن مجید نے "فتنة" کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے یعنی اس قسم کے بچے سراسر آزمائش ہی آزمائش ہیں، والدین کے لئے بھی اور پورے معاشرے کیلئے بھی۔اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿إنما أموالكم وأولادكم فتنة والله عنده أجر عظيم﴾ (سورۃ التغابن: ۱۵) ترجمہ "تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہارے لئے سراسر آمائش ہیں اور بہت بڑا اجر اللہ تعالی کے پاس ہے"۔اولاد اور مال ودولت کی حرص بعض دفعہ انسان کو کسب حرام پر اکساتی ہے

اور اللہ تعالی کے حقوق کی ادائیگی میں رکاوٹ ڈالتی ہے۔

بہت سے امیر گھرانوں کے بچے بڑے عیاش نظر آتے ہیں جو اپنے ماں باپ کی کمائی سے خوب کھیلتے ہیں۔اوران کی کمائی کو بے دردی سے خرچ کرتے ہیں اور ہر قسم کے غلط کام کرنے سے بھی وہ نہیں شرماتے۔ان کے والدین اپنے بچوں کی ایسی حرکات وسکنات کا نوٹس بھی نہیں لیتے ،جسکا نتیجہ انتہائی بھیانک صورت میں رونما ہوتا ہے۔اس طرح یہ اولاد سب سے پہلے اپنے والدین کے دشمن ثابت ہوتے ہیں۔اللہ تعالی فرماتا ہے:﴿**یا أیھا الذین اٰمنوا إن من أزواجکم و أولادکم عدوا لکم فاحذروھم**﴾ (سورۃ التغابن: ١٤) "اے ایمان والو! تمہاری بعض بیویاں اور بعض بچے تمہارے دشمن ہیں،پس ان سے ہوشیار رہو۔" سورۃ التحریم میں ارشاد ہے:﴿**یا أیھا الذین اٰمنوا قوا انفسکم وأھلیکم نارا وقودھا الناس والحجارۃ علیھا ملائکۃ غلاظ شداد لا یعصون اللہ ما أمرھم ویفعلون ما یؤمرون**﴾ (الآیۃ:٦) "اے ایمان والو!تم اپنے آپ کواوراپنے گھر والوں کواس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں،جس پر سخت دل مضبوط فرشتے مقرر ہیں،جنہیں جو حکم اللہ تعالی کی طرف سے ملتا ہے وہ کسی صورت میں اس کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ جو حکم ان کو ملتا ہے کر گزرتے ہیں"۔ معلوم ہوا کہ اپنے آپ کا محاسبہ قبل از وقت نہ کرنا، بیوی بچوں کو دین کی تربیت دے کر بے راہ روی سے نہ بچانا ایسا جرم ہے جس کا خمیازہ بدنصیب والدین کو دونوں جہانوں میں بھگتنا پڑے گا۔

علاج : آیت مذکورہ میں اللہ تعالی نے اہل ایمان کوان کی ایک نہایت اہم ذمہ داری کی طرف توجہ دلائی ہے،یعنی اپنے ساتھ اپنے گھر والوں کی بھی فکر کرنا اور انکی اصلاح کر کے اسلامی تعلیم وتربیت کا اہتمام کرنا۔تاکہ یہ سب بھی جہنم کا ایندھن بننے سے بچیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:{**مروا الصبی بالصلاۃ إذا بلغ سبع سنین وإذا بلغ عشر سنین فاضربوہ علیھا**} الحدیث [رواہ ابو داؤد واللفظ لہ ورواہ احمد والترمذی] "جب بچہ سات سال کا ہو جائے تو تم ان کو نماز ادا کرنے کا حکم کرو، جب دس سال کو پہنچیں تو (سرزنش کے طور پر) ان کو نماز کی خاطر مارو" یعنی اگر بچہ دس کی عمر میں داخل ہونے کے باوجود نماز میں تساہل کرے توان کو مار پیٹ کے ذریعے اللہ تعالی کے اس اہم فریضہ کی ادائیگی کا حکم کرنا والدین اور سرپرست حضرات کی ایک اہم ذمہ داری ہے۔بعض فقہاء عظام نے کہا ہے کہ اسی طرح ان سات سال کے بچوں سے روزہ بھی رکھوائے جائیں اور دیگر احکام کے اتباع کی بھی تلقین کی جائے تاکہ جب وہ سن شعور کو پہنچیں تو دین حق کا شعور انہیں حاصل ہو چکا ہو"۔ [ابن کثیر ٤/٤١٦-٤١٧، فتح القدیر ٥/٢٥٣-٢٥٤] ۔اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا

ہے:﴿ و أمر أهلك بالصلوٰة و اصطبر عليها ﴾[طه/١٣٢] ''اپنے افرادخانہ کونماز کاحکم کرواورخود بھی اس کی پابندی کرو''۔اسلام کا ہمیشہ یہ اصول رہا ہے کہ نیکی کا حکم کرنے والا خود نیکی کے کاموں پر زیادہ کاربند ہو' تا کہ اس کی باتیں دوسروں کے لئے مؤثر ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب یہ آیت اتری:﴿وأنذر عشيرتك الأقربين ﴾ (الشعراء / ٢١٤) "اے نبی اپنے قریبی رشتہ داروں کو (جہنم کی آگ سے) ڈرایئے"۔تو آپ ﷺ نے قریش کے تمام خاندانوں کا نام لیکر پکارا اوران کے جمع ہونے پرفرمایا کہ تم اپنے آپ کوجہنم کی آگ سے بچاؤ کیونکہ قیامت کے دن میں تمہارے کچھ کام نہ آسکوں گا۔اسی طرح آپ نے اپنی بیٹی فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے فرمایا:{ يافاطمة بنت محمد أنقذي نفسك من النار فإني لا آملك لك من الله شيئاً ...... } [متفق عليه] . یعنی "اے میری بیٹی تو (میری پیروی کرکے) اپنے آپ کوجہنم سے بچاؤ، جب قیامت قائم ہوگی تو اس دن (پیغمبر ہونے کی بنا پر) میں تمہارے کسی کام نہیں آؤں گا"۔ان نصوص سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ جہاں ہم خود جنت حاصل کرنے کیلئے نیک اعمال کرتے ہیں، وہاں اپنی اولاد اور رشتہ داروں کو بھی اس عمل خیر کی طرف دعوت دینا ضروری ہے۔ذیل میں چند ارشادات نبویہ ملاحظہ فرمائیں، تا کہ ان فرامین کے ذریعے ہم اپنی اولاد کی صحیح تربیت کرسکیں۔

1- آپ علیہ الصلاۃ والسلام کا فرمان ہے:{......والرجل راع في أهله ومسئول عن رعيته والمرأة راعية في بيت زوجها ومسئولة عن رعيتها } (متفق عليه) [بخاري حديث ٢٤١٦،٢٢٧٨،٢٧٠٠ مسلم حديث ١٨٢٩]۔ ''مرداپنے گھر کا رکھوالا ہے،اسے اپنے گھر والوں کی بابت جواس کے ماتحت ہیں، قیامت کے دن سوال ہوگا۔ اسی طرح عورت اپنے شوہر کے گھر کی رکھوالی ہے، اس سے اپنے ماتحتوں یعنی بچوں وغیرہ کے بارے میں باز پرس ہوگی''۔ حدیث مذکورہ میں مرد کو گھر کا مسئول ٹھہرایا گیا اور اسکی بیوی کو بچوں اور گھر کی دولت کا نگہبان مقرر کیا گیا ہے۔لہذا ہر ایک کو چاہئے کہ اپنی اپنی ذمہ داری کو احسن طریقے سے نبھائیں۔ بیوی بچوں کی تعلیم وتربیت اپنی گود سے شروع کریں اور ہر موڑ پر بچوں کو اسلامی آداب سکھائیں۔ بڑوں کا ادب سکھانا، سلام کرنا، اچھی باتوں کی تلقین کرنا، جھوٹ کی برائی سے باخبر کرنا، چغلی اور حسد کی برائی سے آگاہ کرنا، وہ جب کسی کی چغلی کریں یا کسی کے بارے میں حسد کریں تو فوراً سرزنش کرنا، اسی طرح جب وہ جھوٹ بولیں تو سزا دینا وغیرہ یہ تمام کام ماں کی ذمہ داری ہے۔لہذا اسے چاہئے کہ ہر لحاظ سے اپنے آپ کو صحیح راستے پر گامزن رکھے اور کوئی غلط کام نہ کرے اور غلط بات اپنے منہ سے نہ نکالے، تا کہ اسکی بات بچوں پر اثر کرے۔ مرد پر ضروری ہے کہ وہ اس

بارے میں بیوی کا ہاتھ بٹائے اور اس بارے میں ضرورت کی چیزیں حسب استطاعت مہیا کرے اور تعلیم و تربیت کی نگرانی کرے۔

2- ارشاد نبوی (علیہ الصلاۃ والسلام) ہے: {اکرمو أولادکم و أحسنوا أدبهم} [ابن ماجه] یعنی "اپنی اولاد کی عزت افزائی کرو اور انہیں بہترین ادب سکھاؤ" مثلاً کھانے پینے کے آداب، اٹھنے بیٹھنے کے آداب، چلنے پھرنے کے آداب، چھوٹے بڑوں کے آداب۔ الغرض بچے کی ذہنی صلاحیت کے مطابق اسلامی آداب کی تعلیم دینا والدین اور سرپرست حضرات کی اولین ذمہ داری ہے۔

3- {علموا أولادکم وأهليکم خيرا وأدبوهم} [رواه عبد الرزاق وسعيد بن منصور]
"اپنی اولاد کو اور گھر والوں کو خیر و بھلائی کی تعلیم دو اور ان کو اسلامی آداب سکھاؤ"۔

4- {مروا أولادکم بامتثال الأوامر واجتناب النواهي، فذلک وقاية لهم من النار}[رواه ابن جرير] "اپنی اولاد کو اسلامی احکامات پر عمل پیرا ہونے اور ممنوعہ چیزوں سے بچنے کا حکم کرو، جب تم ایسا کرو گے تو یہی ان کے لئے جہنم سے بچانے کا ذریعہ ہے۔"

اس کا اشارہ: ﴿يأيها الذين امنوا قوا أنفسکم وأهليکم نارا﴾[سورة التحريم :٦] کی طرف ہے، جس میں اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کو اپنے آپ کو اور گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچانے کا حکم فرمایا ہے۔

قرآن مجید اور احادیث مبارکہ سے ہمیں یہ بات اچھی طرح معلوم ہوگئی کہ اسلامی تعلیم ہی بچے کی صحیح رہنمائی کرتی ہے اور ان کو غلط کاری اور بے راہ روی سے بچاتی ہے۔ یہی وہ تعلیم ہے جو انسان کو درست سمت عنایت کرتی ہے، بچے کو ملک و قوم کا بہترین معمار بناتی ہے اور ملک و قوم کا نام روشن کراتی ہے۔ علاوہ ازیں اسلامی تعلیم بچے کے اندر صفائی اور راست بازی، ہمدردی، رواداری، چھوٹوں سے محبت و شفقت اور بڑوں سے ادب و احترام، وقت کی پابندی، ماں باپ اور بڑوں کی فرمانبرداری وغیرہ اچھی باتوں اور مفید کاموں کے عادی بنا دیتی ہے۔ اور جھوٹ، دھوکہ دہی، ظلم و زیادتی، چغلی، حسد، چوری، گالی گلوچ اور دیگر مذموم افعال و اقوال سے بچاتی ہے۔

۞۞۞۞۞